

# یورپ میں چرچ اور اسٹیٹ کی علیحدگی

ایک جائزہ

سلطان احمد اصلاحی

عیسائیت کبھی بھی فکر و نظر کا کوئی مکمل نظام نہیں رہی جس کی بنیاد پر سماج کی تعمیر اور راستہ کی تشکیل کی جاسکے۔ قوم یہود کے اندر جو زہریلی اور دنیا طلبی پیدا ہو گئی تھی، اس کے علماء و رہبان جس طرح روح شریعت کو چھوڑ کر اس کے الفاظ سے کھیننے لگے تھے اور اپنے دینی منصب کو کلیتہً جلب دنیا کا ذریعہ قرار دے رکھا تھا، حضرت مسیح، ایک عارضی وقفے کے لئے انہی کی اصلاح کے لئے بھیجے گئے تھے، جس کی صراحت وہ خود ان لفظوں میں کرتے ہیں:۔

”میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھٹیڑوں کے سوا کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔“ (متی باب: ۱۵: ۲۴)

آں جناب کی ان تعلیمات و ہدایت سے بھی صاف پتہ چلتا ہے کہ آپ کی بعثت خاص قوم یہود کے لئے ہوئی تھی۔ اور آپ کی تمام تر کوششیں ان کے بگاڑ کو دور کرنے اور انھیں راہ راست پر لگانے پر مرکوز تھیں۔

”تم من چلے ہو کہ تم سے کہا گیا تھا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو کوئی دہے گا پڑنا پھینا مارے دو سرا بھی اس کی طرف پھیر دے، اور جو کوئی تجھے پرناش کر کے تیرا کرنا لینا چاہے تو چومنے بھی اسے لینے دے، اور جو کوئی تجھے ایک، کوس بیگار میں لے جائے اس کے ساتھ دو کوس چلا جا جو کوئی تجھ سے ملنگے اسے دے اور جو تجھ سے قرض چاہے اس سے منہ نہ موڑ۔“ (متی: باب: ۵: ۳۸-۴۲)

”لیکن میں تم سننے والوں سے کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے محبت رکھو جو تم

سے عداوت رکھیں ان کا بھلا کرو، جو تم پر لعنت کریں ان کے لئے برکت چاہو جو تمہاری  
تخفیر کریں ان کے لئے دعا کرو، جو تیرے ایک گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی  
اس کی طرف پھیر دے اور جو تیرا چوڑھے اس کو کرتا لینے سے بھی منع نہ کر، جو کوئی  
تجھ سے مانگے اسے دے اور جو تیرا مال لے لے اس سے طلب نہ کر۔

(لوقاباب: ۶: ۲۱-۲۲)

مگر تم اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اور بھلا کرو اور بغیر ناامید ہونے دین  
دو لو تمہارا اجر بڑا ہوگا اور تم خدا تعالیٰ کے بسے ٹھہرو گے کیونکہ وہ ناشکروں  
اور بددوں پر بھی مہربان ہے، جیسا تمہارا باپ رحیم ہے تم بھی رحم دل ہو۔ (ایضاباب: ۲۵)

قوم یہود جسے اللہ تعالیٰ نے ایک خاص وقت تک کے لئے امامت عالم کے منصب پر  
فائز کیا تھا اور اسے اپنے پے پایاں احسانات سے نوازا تھا، اس کی ہدایت و رہنمائی کے لئے  
تورات کی صورت میں ایک جامع مجموعہ قوانین عطا کیا تھا۔ بعد میں دقت گزرنے کے ساتھ  
اس کے اندر خرابی اور بگاڑ کی جو صورتیں پیدا ہوئیں اس کا نمایاں ترین منظر اس قوم کا  
فقہی جوہد تھا۔ چنانچہ اس نے روح شریعت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس کے ظاہر  
کو سب کچھ سمجھ لیا، یہی لفظی نوشکا فیاں کر کے خدائی شریعت کو کچھ کا کچھ بنا دیا۔ اور احکام کے حقیقی  
منشاء کے علی الرغم ان کا یہی ہونا ہی بالکل بدل کر رکھ دیا جس کے نتیجے میں وہ بے شمار ان بگڑنڈوں  
میں پھنس گئے جن کا خدائی مرضی سے کوئی واسطہ نہ تھا اور بہت سی ان بندشوں سے وہ آزاد ہو گئے  
جن کا الہی شریعت انھیں پابند دیکھنا چاہتی تھی۔ قوم یہود کے سلسلہ انبیاء کی آخری کرطی حضرت  
مسیح کی بعثت توراتی شریعت میں پیدا ہو جانے والے اسی عدم توازن کو دور کرنے کے لئے  
ہوئی تھی۔ اور آپ کو ملنے والے مجموعہ احکام و انجیل کی امتیازی حیثیت ہی یہ تھی کہ وہ اس قوم  
اور خاص کر اس کے علماء و رہبان کی ظاہر پرستی کو ختم کر کے ان کے اندر روح شریعت کی پیدوی  
کے جذبہ کو سیدار کرے۔ عہد نامہ جدید کا درج ذیل بیان اس حقیقت کا زندہ ثبوت ہے حضرت  
مسیح اپنی قوم کے فقیہوں اور فریسیوں کی حالت زار پر ماتم کرتے ہوئے کہتے ہیں :-

”۱۔ یا کافقہو اور فریسیو تم پر افسوس! کہ تم بیواؤں کے گھروں

کو دبا بیٹھتے ہو اور دکھا دے کے لئے نماز کو طول دیتے ہو، (متقی باب ۲۲: ۱۲)

”اے ریاکار فقہیہ اور فریسیہ و تم پر افسوس! کہ پودینہ اور سولف اور زیرہ پر تودہ کی جیتے ہو پر تم نے شریعت کی زیادہ بھاری باتوں یعنی انصاف اور رحم اور ایمان کو چھوڑ دیا ہے۔ لازم تھا کہ یہ بھی کرتے اور وہ بھی نہ چھوڑتے، اے اندھے راہ بتانے والو جو مجھ کو تو بھانتے ہو اور انٹ کو نکل جلتے ہو۔“

اے ریاکار فقہیہ اور فریسیہ و تم پر افسوس کہ پیالے اور رکابی کو اوپر سے صاف کرتے ہو مگر وہ اند لوٹ اور تاپر میزگاری سے بھرے ہیں۔ اے اندھے فریسیہ پہلے پیالے اور رکابی کو اندر سے صاف کرتا کہ اوپر سے بھی صاف ہو جائے۔ اے ریاکار فقہیہ اور فریسیہ و تم پر افسوس! کہ تم سفیدی پھری ہوئی قبروں کے مانند ہو جو اوپر سے تو خوبصورت دکھائی دیتی ہیں مگر اندر مردوں کی ہڈیوں اور ہر طرح کی نجاست سے بھری ہیں، اسی طرح تم بھی ظاہر میں تو لوگوں کو راستبا دکھائی دیتے ہو مگر باطن میں ریاکاری اور بے دینی سے بھرے ہو۔“

(الغیا: آیات ۲۳-۲۸)

”پھر اس نے اپنی تعلیم میں کہا کہ فقہیہوں سے خبردار رہو جو لمبے لمبے جلمے پہن کر پھینا اور بازاردوں میں سلام، اور عبادت خانوں میں اعلیٰ درجہ کی کریاں اور دنیا فتوں میں صدر نشینی چاہتے ہیں۔ اور وہ بوڑوں کے گھروں کو دبا بیٹھتے ہیں اور دکھا دے کے لئے نماز کو طول دیتے ہیں۔ ان ہی کو زیادہ سزا ملے گی

(مرقس باب ۱۲: ۲۸-۳۰)

لیکن سانخیریش آیا کہ قوم یہود کی عظیم اکثریت نے حضرت مسیحؑ کا انکار کیا۔ اور اپنے کو انجیل سے بالکل بے تعلق کر لیا۔ دوسری طرف جن لوگوں نے آں جناب کی پیروی اختیار کی وہ آپ کے حکم اور مرضی کے علی الرغم دوسری انتہا پر جا پہنچے کہ انھوں نے انجیل ہی کو سب کچھ سمجھ لیا اور توراہ کے منکر ہو گئے۔ جبکہ اصل صورت یہ تھی کہ تورات اور انجیل دونوں ایک دوسرے کی تکمیل کرنے والی تھیں۔ اس دو گونہ مجبوتہ شریعت کی پیروی ہی میں اہل کتاب کی نجات مضمر تھی۔

اور اسی کے ذریعہ وہ زندگی میں جاوے اعتدال پر قائم رہ سکتے تھے۔ اہل تورات جس فقہی جمود اور فطری جھگڑ بنڈیوں کے گرداب میں پھنس گئے تھے انجیل کے بغیر وہ اس سے نکلنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے تھے۔ اسی طرح انجیل میں حکمت و موعظت اور روح شریعت کی بھرپور تشریح و تفصیل تو تھی لیکن توراتی مجوعہ قانون کے بغیر اس کے لئے زندگی کی گاڑی کو زیادہ دور تک اعتدال و توازن کے ساتھ چلانا بہت مشکل تھا۔ لیکن تفصیلات سے قطع نظر ہوا یہی کہ انجیل تورات سے کٹ گئی اور جس طرح اہل کتاب کے لئے انجیل سے روگردانی کا نتیجہ یہ سامنے آیا کہ وہ روح شریعت سے عاری ہو کر نرمی ظاہر پرستی اور دنیا طلبی اور جلب منفعت میں لگ گئے۔ پیردان مسیحؑ کے لئے تورات کے انکار کا انجام یہ ہوا کہ ان کے پاس ایک بالکل کٹ پٹی شریعت باقی رہ گئی جو واقعہ ہے کہ سماج کی تعمیر اور انسانی آبادی کے مسائل کے حل کی عظیم ذمہ داری سے کسی بھی صورت عہدہ برآ نہیں ہو سکتی تھی اس سے بھی بڑا سامنا یہ ہوا کہ حضرت مسیحؑ کی وفات پر زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ ۳۲ء کی نیسا کی کونسل میں مسیحیت پر پال کی اجارہ داری قائم ہو گئی جس کے نتیجے میں اس کی صورت ہی مسخ ہو گئی۔ توراہ سے کٹ جانے کے سبب اس کے اندر پیدا ہو جانے والی مذکورہ خامی اور کمی سے قطع نظر اس کی آم آئنگی بالکل خاک میں مل گئی اور وہ تضادات کا ایک مجموعہ بن کر رہ گئی۔ یہی وجہ ہے کہ عہد نامہ جدید میں میں اگر حضرت مسیحؑ ایک طرف اپنے پیروں کو اس دعا کی تلقین کرتے نظر آتے ہیں کہ آسمان کی طرح زمین پر بھی خدا کی بادشاہت قائم ہو!

۱۰۔ یہاں ہم مسیحیت کو مسیحیت اسی پہلو سے کہہ رہے ہیں جیسا کہ اس کے ملنے والوں نے اسے توراہ اور اسی طرح کے بعد آنے والی شریعتِ محمدیؐ سے کاٹ کر اسے ایک الگ اور مستقل شریعت کا درجہ دے لیا۔ اور جیسا کہ آج عہد نامہ جدید کے صفحات میں نظر آتی ہے۔ دہرہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے یہ ہودیت کوئی چیز ہے نہ مسیحیت۔ یہ سبائی دینِ حنیفِ اسلام کی مختلف شکلیں ہیں جس کا سلسلہ حضرت آدمؑ سے شروع ہو کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام ہوتا ہے۔ دوسری بے شمار قوموں اور جماعتوں کی طرح یہ اہل کتاب کی محض نادانی اور نا سمجھی ہے کہ انھوں نے اس دینِ قدیم کی صورت نگاہ پر اسے ہودیت اور مسیحیت کے خانوں میں بانٹ دیا۔ اور انکے نتیجے میں قیامت تک کے لئے باہم کٹے مڑے رہنے کی راہ ہموار کر لی۔ ۱۱۔ واضح رہے کہ عہد نامہ جدید (بقیہ جانشین اگلے صفحہ پر)

”پس تم اس طرح دعا کیا کرو کہ اسے ہمارے باپ تو جو آسمان پر ہے تیرا نام ایک مانا جائے۔ تیری بادشاہی آئے، تیری مرضی جیسی آسمان پر پوری ہوتی ہے زمین پر بھی ہو۔“ (متی باب: ۶: ۹-۱۰)

تو دوسرے مقام پر ہیں ان کا یہ اعلان پڑھنے کو ملتا ہے۔

”میری بادشاہی اس دنیا کی نہیں“ (یوحنا باب: ۱۸: ۳۶)

اس سے بھی آگے دوسری جگہ وہ صاف طور پر دینِ دنیا کی تقسیم کا درس دیتے دکھائی دیتے ہیں۔

”پس جو قیصر کا ہے قیصر کو اور جو خدا کا ہے خدا کو اور کرو۔“ (متی باب: ۲۲: ۲۱)

اس کے علاوہ عہد نامہ جدید حکومتِ وقت کی پیروی کو بلا لحاظ اس کے کہ وہ کس روش پر عمل پیرا

ہے اور اس کا انداز کیا ہے، پیروانِ مسیح کے لئے لازم قرار دیتا ہے:

”ہر شخص اعلیٰ حکومتوں کا تابع دار ہے، کیونکہ کوئی حکومت ایسی نہیں جو خدا کی طرف

سے نہ ہو اور جو حکومتیں موجود ہیں خدا کی طرف سے مقرر ہیں۔ پس جو کوئی حکومت

کا سامنا کرتا ہے وہ خدا کے انتظام کا مخالف ہے اور جو مخالف ہیں سزا پائیں گے۔“

(رومیوں کے نام پولس رسول کا خط باب: ۱۳: ۱)

اس تاکید کے ساتھ کہ:

”سب کا حق ادا کرو جس کو خراج چاہئے خراج دو جس کو محصول چاہئے محصول دو جس

کو ڈرنا چاہئے اس سے ڈرو۔ جس کی عزت کرنا چاہئے اس کی عزت کرو۔“ (ایضاً: آیت ۷)

اپنی موجودہ صورت میں بڑی حد تک پولوس کی اپنی تحریروں پر مشتمل ہے اور باقی صحائف میں بھی جو کچھ ہے وہ اپنی

خیالات کی تائید میں ہے جو پولوس نے پیش کیے۔ رستائیں صحائف پر مشتمل یہ عہد نامہ جناب یسوع علیہ السلام

کے ۳۲۵ سال بعد اس اجتماع کی اکثریت رائے سے منتخب کیا گیا تھا جس کی اکثریت تثلیث اور اسی طرح

کے دوسرے مشرکانہ تصورات کی قائل تھی۔ یہ فیصلہ نسیہ (Nicaea) کی اسی مذکورہ کونسل کا تھا

(عبدالوحید خاں: عیسائیت انجیل اور قرآن کی روشنی میں صفحہ ۱۰۱)

سہ نیز ملاحظہ ہو: مرقس باب ۱۲: ۱۷، لوقا باب: ۲۰: ۲۵

رومن ایمپائر کو پال (Paul) کی قائم کردہ اسی مسیحیت کا تجربہ ہوا اور چوتھی صدی عیسوی میں وہ اس کا سرکاری مذہب قرار پا گئی۔ پانچویں صدی عیسوی میں حالات کی گردش سے رومن ایمپائر کے زوال کے بعد فطری طور پر اس کی وراثت اس کے حصے میں آئی۔ اپنی ان محدود تیوں اور کمیوں کے پیش نظر جن کا ابھی ذکر ہوا، مسیحیت کے لئے مناسب تو یہ تھا کہ وہ زیادہ سے زیادہ چھوٹے اور مختصر دائروں میں انسانی زندگی کے مسائل کے حل میں اپنے کو لگاتی، حکومت و سلطنت کے جھیلوں سے اپنے کو بالکل دور رکھتی لیکن مسیحیت کے علمبرداروں کے لئے جن کی نگاہیں رومن ایمپائر کی زبردست شان و شوکت کے سامنے خیرہ ہو چکی تھیں، اس کا سہارا اور مرکز دائرے پر اپنے کو قانع بنانا ممکن نہ ہو سکا چنانچہ اس کے بعد ذرا تاخیر کئے بغیر کلیسیا نے اپنے کو رومی شاہنشاہی کے ڈھنگ پر منظم کرنا شروع کر دیا اور آٹھویں اور نویں صدی تک تو وہ پوری طرح کھل کر میدان میں آ گیا لیکن جیسا کہ اشارہ کیا گیا پال کی مسیحیت اپنی محدودیت اور اپنے داخلی تضادات کے ساتھ حکومت و سلطنت کے لئے کوئی کامل اور ہم آہنگ نظام عمل عطا کرنے سے قاصر تھی، چنانچہ قطع نظر ان بے شمار ادارہ جاتی اور شعبہ جاتی امور و مسائل کے جن میں اس کا نمائندہ کلیسائے روم بری طرح رومن ایمپائر سے متاثر رہا اور بے چون و چرا اور بلا تامل انہیں اپنے ہاں اپنانا لگیا۔ اس صورت حال نے سرزمین یورپ میں اسی وقت سے شروع اور اسٹیٹ با الفاظ دیگر مذہب اور ریاست کا جھگڑا کھڑا کر دیا کہ اقتدار کا اصل سرچشمہ کون ہے پاپائے روم یا وقت کے

Carl Stephenson: *Mediaeval History*. Re. E. P. 38

۱۸۰۱ میں لکھی گئی ہے۔ اس کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ یورپ حصہ اول، مصنفہ ایڈیٹر پروفیسر ترجمہ مولوی عبدالماجد بی۔ اے، نواب

صدر یار جنگ بہادر اور قاضی تلمذ حسین۔ صفحات ۱۷۹، ۱۸۰ میں

*History of European Political Philosophy* P. 69-70

۱۸۰۱ میں لکھی گئی ہے۔ اس کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ یورپ حصہ اول، مصنفہ ایڈیٹر پروفیسر ترجمہ مولوی عبدالماجد بی۔ اے، نواب

۱۸۰۱ میں لکھی گئی ہے۔ اس کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ یورپ حصہ اول، مصنفہ ایڈیٹر پروفیسر ترجمہ مولوی عبدالماجد بی۔ اے، نواب

۱۸۰۱ میں لکھی گئی ہے۔ اس کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ یورپ حصہ اول، مصنفہ ایڈیٹر پروفیسر ترجمہ مولوی عبدالماجد بی۔ اے، نواب

۱۸۰۱ میں لکھی گئی ہے۔ اس کے لئے ملاحظہ ہو تاریخ یورپ حصہ اول، مصنفہ ایڈیٹر پروفیسر ترجمہ مولوی عبدالماجد بی۔ اے، نواب

سیکولر حکمران، جن کا سلسلہ آگے ہزار سال یعنی سترہویں اور اٹھارویں صدی تک جاری رہا جب کہ مختلف انقلابات کے نتیجے میں کلیسائی اور شاہی بساط الٹ کر دستوری حکومتیں وجود میں آتی ہیں جن کے اندر کھلے نظروں میں مذہب کی معاملات دنیا سے بے دخلی کا اعلان کیا جاتا ہے۔ اور یورپ اطمینان کا سانس لیتا دکھائی دیتا ہے کہ اسب آئندہ اسے مذہب کے نام پر ظلم و استبداد کے شکنجے میں نہ کسا جاسکے گا۔ زمانہ ما بعد میں اسی کی تقلید میں دنیا کے مختلف خطوں سے مذہب کی معاملات دنیا سے بے دخلی کی بات ہمارے سنہ میں آتی ہے۔

### چریج اور اسٹیٹ کی علیحدگی

آج یورپ نے اسے ایک حقیقت کے طور پر تسلیم کر لیا ہے کہ مذہب کا معاملات دنیا سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور اسی کے اثر سے دنیا کے بیشتر خطوں میں بھی اسے ایک مقبول عام تصور کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے، لیکن آپ کو سن کر تعجب ہوگا کہ زیادہ دور نہیں ابھی اٹھارویں صدی کے اختتام تک صورت یہ تھی کہ وہاں 'بادشاہ برصغیر خدا' (Kings by the grace of God) اس لقب کے بغیر بادشاہوں کا نام لینے کی بھی کسی کی بہت نہ تھی۔ اگلے زالوں کی بات اپنی جگہ اسی اٹھارویں صدی میں فرانس کے نويس چہار دم (Louis XIV) اور انگلینڈ کے جیمس دوم (James II) نے 'مرضی خدا' (The grace of God) کو ایک سیاسی عقیدے کے طور پر اپنایا اور اس کی بدولت اپنی کلیت پسندی (Absolutism) کے لئے وجہ جواز پیدا کیا جس کی رو سے دیگر تمام انسانی حقوق متلاً دولت، خاندان، پارلیمنٹ وغیرہ کی طرح 'بادشاہ کا یق'، بھی ابدی اور من جانب اللہ تھا۔ جسے کسی صورت چیلنج نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اس طرح بادشاہ کی شخصیت عام انسانی قانون کے دائرے سے بلند قرار پائی تھی

اس لیے یہی نہیں بلکہ لوئیس بڑے فرس کے ساتھ یہ اعلان کرتا تھا کہ: ہم شہزادے خدا کی زندہ تصویر ہیں جو ما ستر باک اور توت و طاقت کا سرچشمہ ہے: "We Princes are living images of him who is all holy and all powerful. Bluntchli: The theory of the State P. 288"

اس کے بعد ایسا ہوا کہ فرانس کی عملداریوں (estates) نے اس تصور کو قبول کرنے سے انکار کیا اور برطانوی پارلیمنٹ نے نسبتاً اور سختی سے اس کے خلاف آواز بلند کی۔ بالآخر انگلینڈ کے ۱۶۸۸ اور فرانس کے ۱۷۸۹ کے انقلابات کے نتیجے میں بادشاہوں کے اس تقدس اور ان کے من جانب اللہ ہونے کے تصور کو آخری طور پر مسترد کیا گیا۔

سرنین یورپ میں عیسائیت کے قدم جلنے سے۔ کراٹھارویں صدی کے اختتام تک یہ مسئلہ کبھی زیر بحث آیا ہی نہیں کہ مذہب کا معاملات دنیا سے کوئی تعلق ہے، نہ ہونا چاہئے بلکہ سچ یہ ہے کہ کبھی ایسے شخص کے لئے جو اپنے ہوش و حواس بالکل کھوئے ہو اس طرح کی بات اپنی زبان پر بھی لانے کی ہمت نہ تھی۔ اس وقت تک مذہب سے تعلق نہیں مذہب سے لاتعلقی، بے دینی سب سے بڑا جرم تھی جس کا ارتکاب کرنے والا جس انجام بد سے دوچار ہوتا تھا اس کی کسی قدر تفصیل اس سے پہلے آپ پڑھ چکے ہیں۔ وہاں اگر جھگڑا رہا ہے تو اس کا کوئی نیا مذہب عیسائیت کی حکومت کس ادارے کے ذریعہ انجام پائے۔ چرچ اور پاپائیت کے ذریعہ یہ کام انجام پائے یا یہ ذمہ داری یکوا حکمرانوں کے سپرد ہونی چاہئے۔ اور کتنا چاہئے کہ عہد جدید کی پونہ تئیس تک یورپ بری طرح سے اس کشمکش کا شکار اور اس اختلاف و نزاع کی آماجگاہ رہا ہے۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے تو شاید بیجا نہ ہو گا کہ یہی آڈیشن و چیلنس ہمیں یورپ کی تاریخ کا سب سے نمایاں باب نظر آتی ہے۔ خاص طور پر ترقی و ترقی کے زمانہ میں تو ایسا لگتا ہے کہ وہاں اس ایک کام کے سوا اور کوئی کام ہی نہ تھا جس میں باشندگان یورپ کی قوتیں اور صلاحیتیں صرف ہوتیں۔ جس کے لئے ان میں سے ہر فریق، کتاب مقدس سے غذا حاصل کرتا تھا جو اس کے لئے جیسا کہ ابھی اوپر تفصیل گزی، اس مقصد کی خاطر بھولو اور فرام کرتی تھی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ یورپ میں بارہویں صدی سے لے کر سولہویں صدی تک سیاسی تصور، کی کل دور اس نشانے تک محدود رہی کہ

لے تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں *Bluntschli: The Theory of the States* P 290-291  
 لے دیکھا جائے راقم کا ضمن یورپ میں محکمہ اعتبار عقائد کے ستم خوردوں پر ایک نظر، مطبوعہ تحقیقات  
 اسلامی، شمارہ سوم ۱۹۸۳ء۔



پاپائیت کا یہ دعویٰ کہ شہنشاہیت پر اسے بلاوقتی حاصل رہے، درست ہے یا نہیں؟<sup>۱</sup>

خاص طور پر نویں صدی سے لے کر گیارہویں اور بارہویں صدی تک یہ لڑائی اپنے شباب پر تھی جس میں دونوں فریق اپنے اپنے حق میں الگ الگ دلائل فراہم کر رہے تھے۔ کلیسا جس بنیاد پر اپنے لئے اس حق کا مدعی تھا اس میں خاص بات یہ تھی کہ:-

۱۔ چونکہ پوری بنی نوع انسانی ایک ہے اس لئے چرچ حکم بنیاد براہ راست خدا نے رکھی ہے، ریاست کی ذمہ داری بھی صحیح معنوں میں اسی کی ہو سکتی ہے۔ خدا کی فرمان کے ذریعہ اسے یہ چیز حاصل ہوئی ہے، خدا جس کی ذات میں تمام دنیوی و روحانی اختیارات مرکوز ہیں، چونکہ یہ چیز قادر مطلق ذات کا لوٹ حصہ ہے اس لئے کسی صورت اس کے حصے بخر نہیں کئے جاسکتے۔ اس ریاست کے سربراہ اصلاً تو حضرت مسیح (Christ) ہیں، لیکن چونکہ وہ نفس نفیس اس دنیا میں موجود نہیں، اس لئے ضروری ہے کہ زمین پر ان کا ایک نمائندہ ہو جو عام انسانوں پر ان کے اقتدار کو بحال رکھ سکے۔ جناب سیخ کا یہ نمائندہ پوپ (Pope) ہے جو یک وقت لوگوں کا پادری (Priest) بھی ہے اور ان کا بادشاہ (King) بھی باطناً یعنی ان کا دنیوی اور روحانی شہنشاہ، ان کا قانون ساز (Law-giver) ان کا منصف (Judge) غرض یہ کہ وہ ہر پہلو سے سب سے بڑا اور زبردست ہے۔

۲۔ دونوں ہی تواریخ جن میں سے ایک روحانی اقتدار کی نمائندگی کرتی ہے، دوسری سیکولر اقتدار کی، انھیں پہلے تو خدا نے جو پیٹر (Peter) کو عطا کیا، اور اس سے منتقل ہو کر یہ خیر پوپ (Pope) تک پہنچی جو رونے زمین پر خدا کا نائب (Viceroy of God) ہے۔ روحانی تواریخ کو تو پوپ نے اپنے پاس باقی رکھا، البتہ دنیوی تواریخ کو اس نے سیکولر حکمرانوں تک منتقل کر دیا۔ لیکن اس منتقلی کا مطلب یہ نہیں کہ یہ لوگ آزادانہ طور پر اس کے مالک ہو گئے ان کی زیادہ سے زیادہ حیثیت یہ ہے کہ یہ کلیسا کے وکیل اور اس کے مقیم علیہ (agent) ہیں۔ پوپ مالک تو دراصل، یک وقت روحانی اور سیکولر اختیارات دونوں کا ہے، البتہ عملاً

استعمال وہ اپنے روحانی اختیار کی کارگاہ ہے۔ بادشاہ اور سیکولر حکمران اپنے مناصب اور اپنے اختیارات بالواسطہ طور پر خدا (God) سے اور بلا واسطہ پوپ سے حاصل کرتے ہیں، اور اس بنا پر وہ اس کی رعایا (Vassals) ہیں۔ بس اتنا ہے کہ پاپا کی رعایا میں شہنشاہ کو سب سے اونچا مقام حاصل ہے۔ اس کی تاج پوشی کی حلف برداری دراصل پوپ کو ایک طرح کا خراج عقیدت ہے۔ دنیوی اقتدار چونکہ چرچ کا عطا کردہ ہے اس لئے اس کا استعمال بھی چرچ کی مرضی کے مطابق ہونا چاہیے۔ پوپ کو اس کا اختیار حاصل ہے بلکہ یہ اس کی ذمہ داری ہے کہ سیکولر حکمرانوں کو براہ راست اپنے کٹر دلوں میں رکھے۔ کسی تکلف کے بغیر وہ شہنشاہی اقتدار کو ایک شخص سے ہٹا کر دوسرے شخص تک منتقل کر سکتا ہے۔ اپنی اس حیثیت میں دراصل وہ بادشاہ گریا بادشاہ کا انتخاب کنندہ (Imperial Elector) ہے۔ شہنشاہیت میں جب بھی کہیں خلا پیدا ہو گا، ایک لمحے کی تاخیر کے بغیر اس کی نگرانی پوپ تک منتقل ہو جائے گی۔ پوپ کو اس کا بھی اختیار ہے کہ وہ عام حکمرانوں کے خلاف لوگوں کی شکایات کی سماعت کر سکے۔ انھیں معزول کر دے اور ان کی رعایا کو ان کی وفاداری سے الگ قرار دیدے۔

۲۔ مادہ کے بالقابل روح کا درجہ بڑھا ہوا ہے۔ اس لئے فطری طور پر عوامی اقتدار کے مقابلے میں روحانی اقتدار زیادہ اہمیت کا حامل ہے اور یہ طور پر اسے زیادہ عزت و احترام کا مقام حاصل ہونا چاہئے۔ چرچ روح کی نمائندگی کرتا ہے جب کہ ریاست کو صرف اس کے قالب کی نمائندگی حاصل ہے۔ چرچ سورج (Sun) کے مانند ہے، ریاست کی حیثیت اس کے مقابلے میں چاند (Moon) کی ہے۔ اس بنا پر عوامی اقتدار (Lay authority) روحانی اقتدار سے مستار ہے، اسی کے ذریعہ اسے قوت نافذ ملتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس کا تمام تر دار و مدار اسی پر ہے۔

اس کے برعکس سیکولر حکمران اپنے لئے جس دلیل کی بنیاد پر اس حق کے دعوے دار تھے

۱۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو D.R. Bhandari, History of European Political Philosophy P. 87-88.

اس میں نمایاں بات یہ تھی کہ:

۱۔ سیکولر اقتدار چرچ کا تفویض کردہ نہیں بلکہ یہ چیز براہ راست خدا کی عطا کردہ ہے۔ بلاشبہ  
 روئے زمین پر خدا (God) کے نائب اور خلیفہ (Vicegerents) ہیں اور اس بنا پر وہ  
 صرف اسی (Him) کے روبرو جوابدہ ہیں۔ ریاست کو اسی طرح من جانب اللہ (divine)  
 ہونے کی سند حاصل ہے جیسی کہ چرچ کو ہے۔ اور اس بنا پر وہ چرچ کی تابع فرمان نہیں ہو سکتی ہے۔  
 ۲۔ شہنشاہیت کے علمبردار (Imperialists) پاپائیت کی بالادستی سے اپنے کو  
 آزاد رکھنے کے لئے خاص طور پر کتاب مقدس کو بنیاد بناتے تھے۔ اور عہد نامہ قدیم و جدید ہر ایک  
 سے اس سلسلے میں دلائل فراہم کرتے تھے۔ عہد نامہ جدید سے بالخصوص وہ پال (Paul) کے  
 اس قول کا حوالہ دیتے تھے جس کا اس سے پہلے ذکر آچکا ہے کہ:

”کوئی حکومت ایسی نہیں جو خدا کی طرف سے نہ ہو اور جو حکومتیں موجود ہیں، خدا  
 کی طرف سے مقرر ہیں۔ پس جو کوئی حکومت کا سامنا کرتا ہے وہ خدا کے انتظام کا  
 مخالف ہے۔“

(Powers that be are ordained of God. Whoso  
 ever, therefore, resisteth the power resisteth the  
 ordinance of God.)

کتاب مقدس کے اسی طرح کے فرامین کی بنیاد پر سیکولر حکمرانوں کا رعایا سے مطالبہ تھا کہ وہ ان کی غیر شرط  
 وفادار رہے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ خدا کی طرف سے مقرر ہونے کے سبب سے وہ صرف خدا (God)  
 کے حضور جوابدہ ہیں۔ اور اس بنا پر وہ پاپائیت کے اختیار سے بالکل آزاد ہیں۔ اور ان کے ادھر سے  
 کسی قسم کا اثر و اقتدار دکھانے کا حق نہیں ہے۔

اس مرحلے پر جن لوگوں نے مختلف تشریحات کے ساتھ کلیسا کی حمایت کی ان چند خاص  
 نام یہ ہیں ہیلڈبرانڈ، گرےگوری ہفتم (Hildebrand or Gregory VII 1073-1080)

سینٹ برنارڈ (St. Bernard (1091-1153) مین گولڈ (Mane gold) جان آف سیلسبرگ (John of Salisbury (1115-1180) سینٹ ٹامس ایگوسٹینس (St. Thomas Aquinas (1227-74) اور آگوسٹینس مفسس (Augustus Triumphus)۔ اس کے بالمقابل سیکولر حکمرانوں کی تائید میں جو لوگ پیش پیش تھے ان میں قابل ذکر یہ لوگ تھے مارگیلو آف پڈوا (Marsiglio of Padua) ولیم آف اوک ہام (William of Ockham (1270-1340) ڈیوینٹے (Dante) اور پیرے ڈیوبیس (Pierre Dubois) جن کے اطالوی فلسفی دانے (Dante) اور پیرے ڈیوبیس (Pierre Dubois) جن کے استدلال میں علاوہ اور چیزوں کے حضرت مسیح کا یہ قول بھی شامل تھا کہ میری بادشاہی اس دنیا کی نہیں (My Kingdom is not of this world) پاپائیت کے علمبرداروں اور سیکولر حکمرانوں کے عموماً کی یہ لڑائی کیسی شدید تھی اس کا اندازہ آپ صرف اس سے کر سکتے ہیں کہ صرف گیارہویں صدی عیسوی کے نصف آخر میں یعنی ۱۰۵۰ء سے ۱۱۱۲ء کے عرصے میں اپنے اپنے موقف کی حمایت میں فریقین کی طرف سے ایک سو پندرہ کتابچے منظر عام پر آئے تھے۔

جرج اور اسٹیٹ کی اس لڑائی میں فتح مندی کا سہرا کلیسا کے ہاتھ رہا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ تیرہویں صدی عیسوی تک پاپائیت کے سامنے کسی کو دم مارنے کی مجال نہ تھی۔ چودھویں صدی کے آتے آتے یورپ میں قومی بادشاہتوں نے زور پکڑنا شروع کیا اور نظام جاگیرداری، جبکہ بڑی حد تک یہی ادارہ کلیسا کے زور اور قوت کا ذریعہ تھا، دن بدن کمزور پڑتا گیا۔ اسی عرصے میں مختلف اسباب کے تحت یورپ میں روشن خیالی (Enlightenment) اور نشاۃ ثانیہ (Renaissance) کی تحریکات نے اپنے اثرات دکھانے شروع کئے۔ عوام اناس کے ذہن فکر میں بیداری آئی، سماج میں فرد کی اہمیت کا احساس خردوں تر ہونے لگا اور لوگ بے چون چرہ کلیسا کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کے لئے تیار نہ تھے نتیجے کے طور پر وہاں میکاؤلی (Machia-vellic (1469-1527) جیسے مفکرین منظر عام پر آئے جنھوں نے براہ راست مذہب و اخلاق

سے تقابل کے لئے غلط بیچاروں ماہین صفحہ ۱۱۳ تا ۱۹۳  
 گلد حوالہ نمبر صفحہ ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱

سے 'سیاست' کی علامتگی کا علم بلند کیا۔ اس کے بعد اگرچہ لوٹھر (Luther) کی سولہویں صدی کی اصلاح (Reformation) کی تحریک نے ایک بار پھر مذہب اور اسٹیٹ کو ایک ساتھ جوڑنا چاہا، جس کے لئے اس نے موجودہ وقت پاپائیت کو مسترد کرتے ہوئے بادشاہوں کے ابدی حق (Divine Right of Kings) کا نذرہ لگایا اور 'خدا کے مقرر کردہ شہزادوں کی خاموش اطاعت' (Passive obedience to the godly Princes) کی تلقین شروع کی، لیکن مسیحی اقتدار سے یورپ اس قدر عاجز آچکا تھا کہ 'قومی بادشاہوں' کے فریو مسیحیت کے بالواسطہ اقتدار کے پوچھ کو بھی وہ اب زیادہ دن تک اٹھانے کے لئے آمادہ نہ تھا۔ اس نے صاف لفظوں میں دعویٰ کیا کہ اقتدار کا سرچشمہ بادشاہ نہیں ملک کے عوام ہیں حکومتِ وقت کو ان کی مرضیات کا آئینہ دار بننا چاہیے اور معاملات زندگی کی تنظیم اس ڈھنگ سے ہونی چاہئے جیسا کہ کسی ملک کے عوام کی خواہش ہو۔ چنانچہ مذکورہ تحریک اصلاح کے خلاف خود محاذ اٹھ کھڑا ہوا۔ اور آگے اٹھارویں صدی تک خاص طور پر 'ابس'، لاک اور روسو جیسے مفکرین منظر عام پر آئے جنہوں نے میکاؤلی سے بھی ایک قدم آگے بڑھ کر مذہب و اخلاق کو ریاست کے تابع قرار دیا۔ اور بادشاہوں کے ابدی حق (Divine Right of Kings) کے برخلاف سماجی معاہدہ (Social Contract) عوام کے اقتدارِ اعلیٰ (Sovereignty of People) اور خواہش عام (General Will) کا تصور پیش کیا جس کا خلاصہ تھا کہ حکومت کا ادارہ بذاتِ خود اقتدار کا مالک نہیں۔ اقتدار کا اصل سرچشمہ عوام ہیں۔ حکمران اور عوام کے درمیان ایک طرح کا سماجی معاہدہ ہوتا ہے جس کے تحت کوئی حکومت وجود میں آتی ہے۔ اس لئے اسے عوام کی مرضیات کی آئینہ دار بننا چاہیے۔ جس سے خلاف درزی کی صورت میں وہ اپنے حق بقاء سے محروم ہو جاتی ہے۔ نیز یہ کہ مسیحیت، کسی صورت حکومت و سیاست کے لئے موزوں دین نہیں ہے یہ خاص طور پر انہی لوگوں کے انکار کا نتیجہ تھا جو ۱۶۸۹ء میں انگریزوں اور ۱۷۷۶ء میں امریکہ اور ۱۷۸۹ء میں فرانس کے انقلابات وجود میں آئے۔ جن میں آخری طور پر بادشاہتوں کے خاتمہ کے ذریعہ بالواسطہ طور پر سرزمین یورپ سے مسیحیت کے اقتدار کا خاتمہ عمل میں آیا۔ اور معاملاتِ دنیا

سنہ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: ڈی۔ آر۔ بھنڈاری کی کتاب مذکورہ صفحات ۱۳۱ تا ۱۵۸

سے بے دخل کرتے ہوئے مذہب کو فرد کی نجی زندگی پر قانع ہونے کے لئے مجبور کر دیا گیا۔ اور انسانی تاریخ میں پہلی دفعہ دستورِ سطحِ پیر یہ بات منظرِ عام پر آئی کہ مذہب کا معاملات دنیا سے کوئی تعلق نہیں ہے اسے اگر جینا ہے تو اس دائرے کے باہر ہی وہ زندہ رہ سکتا ہے چنانچہ ان انقلابات کے نتیجے میں جو تحریری دستاویزات سامنے آئیں ان میں اگرچہ خالق کائنات (Creator) خدا تعالیٰ (Prudence) اور اعلیٰ ترستی (Supreme Being) کے الفاظ موجود ہیں لیکن اس بات کی صراحت بھی موجود ہے کہ معاملات دنیا کے سلسلے میں اب مذہب کے لئے کوئی احترام نہیں رہے گا نیز یہ کہ اقتدار کا اصل سرچشمہ و اصل قوم ہوا کرتی ہے۔

بلچلی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب دھتوری آفٹ اسٹیٹ میں دریافت سے تعلق رکھنے والے بعض اہم مسائل کے سلسلے میں قرونِ وسطیٰ اور عہدِ جدید میں ان کے مابین پائے جانے والے فاصلے کا ایک تقابلی مطالعہ پیش کیا ہے جس کے ذریعہ موجودہ دور میں مذہب کی معاملات دنیا سے بے دخلی کے رائج الوقت تصور کے پس منظر کو کافی بہتر طور پر سمجھا جاسکتا ہے۔ ہم ذیل میں اس کے بعض اہم عنوانات کو اسی نقشہ کے ساتھ پیش کرتے ہیں :-

عہدِ جدید

قرونِ وسطیٰ

اریاست کا تصور

جدید دور میں ریاست کا وجود	قرونِ وسطیٰ میں ریاست اور
انسانی ذرائع کا رہن منت ہے اور	ریاست کے اختیار کو براہِ راست
اس کی بنیاد تمام تر انسانی فطرت	خدا سے حاصل کردہ تصور کیا جاتا تھا۔
پر ہے۔ ریاست ایک مشترک زندگی	ریاست کی حیثیت ایک ایسی تنظیم

لہ تفصیل کے لئے دیکھی جائیں: امریکہ کا ۱۷۷۶ء کا آزادی کا اعلامیہ، ۱۷۹۱ء کا امریکی حقوق کا بل اور ۱۷۸۹ء کا حقوقِ شہریت و انسانی کا فرانسیسی اعلامیہ کی مختلف دفعات جو الہ: J.S. Schapiro صفحات ۱۲۲ تا ۱۳۰ Liberalism Its meaning and History

کی تنظیم سے عبارت ہے جس کی تشکیل انسانی ہاتھوں کے ذریعہ انجام پاتی ہے اور اس کا انتظام بھی انہی کے ذریعہ جلتا ہے۔ اور یہ چیز تمام تر انسانی مقاصد کے گرد گھومتی ہے۔

کی تھی جو خدا کی مرضی کی آئینہ دار اور اس کے اپنے ہاتھوں کی پیدا کردہ تھی۔

## ۲۔ دینیات اور سائنس

ریاست کے بنیادی اصولوں کی راہ انسانی علوم یعنی فلسفہ اور تاریخ متین کرتے ہیں جو ہر علم یا ریاست کی تعمیر و تشریح میں اصلاً انسان کا اعتبار کرتا ہے۔ وہ اپنے صفر کا آغاز ہی اسی نقطہ سے کرتا ہے۔ چنانچہ کچھ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ ریاست افراد کے اس اجتماع سے عبارت ہے جو آپس میں اس لئے متحد ہوتے ہیں تاکہ وہ اپنا تحفظ اور اپنی آزادی کا دفاع کر سکیں۔ دوسرے لوگ وہ ہیں جو بحیثیت مجموعی اسے پوری قوم کی امنگوں کا مظہر خیال کرتے ہیں۔ ریاست کا جدید نظریہ مذہبی نہیں ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ وہ بالکل لائندہی ہے۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ ریاست کا دار و مدار مذہبی عقیدے پر نہیں ہونا چاہیے۔ یہ اس کا انکار نہیں کرتا کہ خدا نے انسانی فطرت کو بنایا ہے اور یہ جو دنیا کا نظام چل رہا ہے اس میں اس کی قدرت کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ موجودہ علم سیاست کا ذیلی حصہ نہیں کہ خدائی طور طریقوں کے سمجھنے میں اپنی

ریاست کے تصور کی بنیاد مذہبی اصولوں پر تھی اور اس کی طاقت سے اس کی پوری مشینری حرکت کرتی تھی۔ قرون وسطیٰ میں اگرچہ سچیت چرخ اور اسٹیٹ کی ثنویت کی قائل تھی لیکن اس کا اعتقاد تھا کہ یہ دونوں ہی تلواریں یعنی روحانی اور دنیوی، خدا کی تفویض کردہ ہیں۔ ایک کو اس نے پوپ کے حوالہ کیا ہے اور دوسرے کی سرداری شہنشاہ (Emperor) کو سونپی ہے۔ پروٹسٹنٹ اسکول دینیات نے روحانی تلوار کے تصور کو متروک کر دیا اور صرف ایک تلوار یعنی ریاست کو قابل قبول ٹھہرایا لیکن اس مذہبی خیال کو وہ مضبوطی کے ساتھ پکڑے ہوئے تھا کہ اقتدار اعلیٰ خدا کی طرف سے آتا ہے۔

قوت صحت کرے، وہ ریاست کو ایک انسانی ادارے کی حیثیت سے سمجھنا چاہتا ہے۔

### ۳۔ تھیوکریسی (مذہبی مستبدانہ حکومت)

جدید اقوام کے سیاسی شعور کے لئے تھیوکریسی اپنی جلد صورتوں کے ساتھ حد درجہ ناگوار ہے۔ عہد جدید کی ریاست ایک انسانی اور دستوری انتظام سے عبارت ہے۔ ریاست کا اختیار عوامی قانون کے ہاتھوں بندھا ہوا ہے اور سیاست کا منہرہ نئے مقصود قوم کی فلاح ہے البتہ یہ تمام چیزیں انسانی فہم سے اخذ کردہ ہیں اور انہیں انسانی ذرا لٹے ہی سے رد و بطل لایا جائے گا۔

عہد وسطیٰ میں ریاست کا تصور بالکل پرانے دور کے انسانوں کی طرح براہ راست تھیوکریسی کا توڑ تھا۔ البتہ وہ بالواسطہ تھیوکریسی (مذہبی مستبدانہ حکومت) کا قائل تھا یعنی کڑی یعنی حکمران خدا کا نائب اور اس کا خلیفہ تھا۔

### ۴۔ مذہب

موجودہ دور میں کسی شخص کو قانونی طور پر کوئی مرتبہ و مقام عطا کرنے کے لئے ریاست مذہب کو ایک شرط لازم تصور نہیں کرتی۔ فرد اور سماج ان دونوں سے تعلق رکھنے والے قوانین مذہب اور عقیدے کی گرفت سے بالکل آزاد ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ عہد جدید کی ریاست عقیدے کی آزادی کا تحفظ کرتی اور مختلف چرچوں اور مذہبی سوسائٹیوں کو ایک رٹی میں پرو کر رکھتی ہے۔ البتہ مذہب سے ہیزاری کسی بھی بے عقیدہ شخص کے سلسلے میں وہ کسی قسم کی نظم و زیادتی اور اس کی اینداز سانی کو کسی بھی

قرون وسطیٰ میں ریاست کا تمام تر اٹھا ہم مذہب جماعات و افراد پر تھا۔ اور اس کا مطالبہ تھا کہ ہر جگہ عقیدے کی یکسانی رہے۔ کافروں اور بے دینوں کے لئے اس زمانے میں کوئی سیاسی حقوق حاصل نہ تھے۔ ان پر مختلف طرح کے مظالم توڑے جاتے تھے اور انہیں طرح طرح سے ستایا جاتا تھا بلکہ اکثر و بیشتر انہیں فنا کے گھاٹ اتار دیا جاتا تھا۔ بہتر سے بہتر سلوک جس کی ان کے ساتھ توقع رکھی جاسکتی تھی وہ یہ کہ ان کے وجود کو نگینہ کر لیا جائے۔



انداز سے جائز تصور نہیں کرتی۔

اس موازنے کی روشنی میں مہد جدید کے انسان کی نظر میں مذہب کی حیثیت، اس کے مرتبہ و مقام نیز زندگی کی دہڑ میں اس کی دائمی جگہ کے سلسلے میں اس کے نقطہ نظر کو باحسن و جوہر سمجھا جاسکتا ہے کہ کس طرح قرون وسطیٰ میں چرچ اور اسٹیٹ کی کشمکش کے نتیجے میں وہاں 'مذہب' کے سلسلے میں ایک خاص نقطہ نظر پروان چڑھا اور بعد میں آہستہ آہستہ اس نے مسیحیت سے آگے فنی الجملہ مذہب، ہی کے سلسلے میں ایک عام تصور کی حیثیت اختیار کر لی جس کا انتہائی مقام یہ ہے کہ وہ زندگی میں ایک عضو معطل کی حیثیت سے توفیقی رہ سکتا ہے البتہ اس کے لئے سماج میں کسی موثر کردار کا تصور نہیں کیا جاسکتا ہے۔

یورپ کی تاریخ میں ایک طویل عرصے تک مذہب اور چرچ لازم و ملزوم کی حیثیت اختیار کئے رہے۔ بعد میں چرچ کا نظام کمزور ہونے کے بعد یہ مقام وہاں کے 'بادشاہوں' کو حاصل ہو گیا۔ اور وہ روئے زمین پر مذہب کا عملی منظر قرار پائے۔ بادشاہوں نے چرچ کو بے دخل کر کے تمام اقتدار اپنے ہاتھ میں لی تو معاملہ پھر بھی قیمت رہا اس لئے کہ اول الذکر کی طرح یہ بھی اپنے تئیں مذہب کی نائندگی کے مدعی تھے۔ لیکن اٹھارویں صدی میں جب مذہب سے بیزاری بلکہ اس سے عاجز عوام نے ان 'بادشاہوں' کی بساط الٹی تو بادشاہوں کے خاتمہ اور ان کی بے دخلی کے ساتھ ساتھ یہ چیز اس مذہب کی بے دخلی اور اس کے خاتمہ کا بھی موجب بنی جو اپنے کو اٹوٹ طور پر ان بادشاہتوں سے جوڑے ہوئے تھا۔ یورپ کا ستم یہ ہے کہ پہلے تو اس نے ایک نامکمل مذہب سے جس کے چہرے کو انسانی تحریفات نے بری طرح داغدار کر رکھا تھا، اپنے کو جوڑے رکھا لیکن اس سے بڑی ستم ظریفی اس کی یہ ہے کہ مختلف اسباب کے تحت جب وہ اس مذہب سے عاجز آ گیا تو اسے مسترد کرنے کے ساتھ ہی اس نے نفس مذہب کے سلسلے میں ایسا دھواں دار پروپیگنڈہ شروع کیا کہ کتنا چلنے کے دنیا کے بیشتر مذاہب کے لئے والے اس کی پیٹ میں آگئے اور اپنے اپنے مذاہب کو بھی انہوں نے اسی چوکھے کا پابند بنایا جس کی وکالت سرزمین یورپ کے فرزانوں کی

لئے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: *The Theory of the State*, P. 60-62

طرف سے کی جا رہی تھی یعنی یہ کہ مذہب انسان کی پرائیویٹ زندگی کا معاملہ ہے، معاملات دنیائے اس کا کوئی تعلق ہے نہ ہونا چاہیے، یہاں تک کہ اہل یورپ کے نزدیک مذہب (Religion) کی تعریف ہی اس دائرے میں محصور ہو کر رہ گئی کہ ”مذہب نام ہے اس محسوس عملی تعلق کا جو کسی ایک یا متعدد مافوق الفطری وجود یا وجودوں پر اعتقاد کی صورت میں کسی فرد کا اس سے یا ان سے قائم ہوتا ہے“ ہم مبارکباد دیتے ہیں یورپ کو اس کی اس ہوشیاری اور چالاکی پر کہ اس نے جب اپنی ناک کاٹی تو اس کے فتنائل اس زرد رو قوت کے ساتھ بیان کئے کہ دنیا کی عظیم آبادی نے اپنے لئے ’مکمل‘ ہونے ہی کو باعث افتخار سمجھا اور ہر اس شخص کو الٹا عار دلانے لگی جو کسی بھی صورت اپنے لئے ناک والا رہنے کا قائل اور اس کی وکالت کرنے والا اور اس کا موید نظر آتا ہو۔

لیکن خاص طور پر آج کے روشن خیال اور آزادی فکر و نظر کے مدعیوں سے ہمارا یہ سوال اب بھی قائم ہے کہ کیا یورپ کے اپنے اس محدود و تنگ تجربے کے نتیجے میں نفس مذہب کے سلسلے میں اس کا مذکورہ بالا اعلان و اظہار کسی بھی درجے میں حق و صداقت کا آئینہ دار ہے۔ اور کیا اس کی پیروی ہمیں بھی دوسری سمت سے اس طرح کے کسی اظہار و اعلان کو مبنی بر حقیقت اور حق و انصاف کا تقاضا قرار دیا جا سکتا ہے؟

لہ سارٹ۔ ر ایچ۔ تھولس (Robert - H. Thouless) نے پروفیسر لیوبا .... (Keuba) کی کتاب ”A Psychological Study of Religion“ کے حوالہ سے مذہب کی اڑتالیس ”تریفوں کا تذکرہ کرتے ہوئے خاص طور پر صرف تین تریفوں کی طرف توجہ کی ہے۔ اور پھر ان سب کا خلاصہ وہ بیان کیا ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ ملاحظہ ہو:-

Robert - H. Thouless: The Psychology of Religion P. 4.

### اپنے معاوین سے

ادارہ کا کاؤنٹ IDARA-E-TAHQEEQ-O-TASNEEF-E-ISLAMI, ALIGARH

کے نام سے ہے۔ براؤن کم اپنا چیک یا ڈائنٹ اسی نام سے بھیجیں۔ اس میں کسی لفظ کی کمی بیشی سے زحمت ہوتی ہے۔ امید ہے آپ کا تعاون ہمیں مستقل حاصل رہے گا۔ (مینجس)